علامہ اقبال کا ایک حیات بخش پیغام:

اگر خواہی حیات اندر خطر زی!

''اگر تو (کامیاب) زندگی چاہتا ہے تو خطرات کے ماحول میں زندگی بسر کر!''

تحریر: محمد سہیل قریشی

سبحان اللہ! علامہ اقبال نے چند بلیغ الفاظ میں جدوجہد کا کتنا عظیم الشان درس دیا ہے۔ انسانی زندگی سے اگر ذوقِ خطر (The spirit of adventure) کو خارج کر دیا جائے تو انسان پر کس قدر مرگ آفریں تعطل طاری ہوتا ہے۔ نفسیاتی نقطۂ نظر سے بھی فقدانِ خطر کے یہ اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں کہ دل میں امید و یقین کی جھلک نہیں رہتی، جذبۂ آرزو سرد پڑ جاتا ہے، ہر روشن چیز تاریک دکھائی دینے لگتی ہے اور حواس مغلوب و منفعل ہو جاتے ہیں۔ ایسا شخص معاشرے کا ایک عضوِ معطل ہی نہیں ملت پر ایک بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہی وہ منحوس شخص ہے جو اقبال کے الفاظ میں ''ننگ وجود'' ہے۔ یہ طرزِ عمل جس کا ایک مظہر ''رہبانیت'' بھی ہے، زندگی سے شرمناک گریز ہے اور اقبال اِس گریز کا شدید دشمن:

گریز کشمکشِ زندگی سے مَردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست؟

علامہ اقبال اسی گریز کی مذمت کرتے ہیں اور ارتقائے حیات کے لئے ذوقِ خطر کی پے در پے تلقین فرماتے ہیں جو انسان کو کارزارِ زندگی میں ایک نڈر اور بے باک مجاہد بنا دے۔ ملاحظہ کیجئے:

ز قید و صید نہنگاں حکایتے آور
مگو کہ زورقِ ما روشناسِ دریا نیست

''ہمیں مگرمچھوں کے قید و بند اور شکار کی داستانیں آ کر سنا اور یہ نہ کہہ کہ میری کشتی دریا کے طوفان سے شناسا ہی نہیں''۔

محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد!

ترا بحر پُرسکوں ہے! یہ سکوں ہے یا فسوں ہے؟
نہ نہنگ ہے نہ طوفاں نہ خرابیٔ کنارہ!

مجھے سزا کے لئے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکش و بے باک!

تن آسانی اور عافیت پسندی افراد اور اقوام میں مرگ آور جمود پیدا کرتے ہیں۔ اس کا اگر کوئی تریاق ہے تو وہ صرف خطرات ہیں! خطرات انسان کے خوابیدہ روحانی اور جسمانی ممکنات (potentialities) کو بیدار کرتے ہیں۔ وہ قوت و توانائی اور عزم و استقلال فراہم کر کے انسان کو تسخیر و عمل پر آمادہ کرتے ہیں۔ طبع انسانی کو ایک کھیتی تصور کیجئے تو خطرات بارانِ رحمت بن کر اسے سیراب کرتے ہیں اور اس کے باطنی خزائن کو لا باہر نکالتے ہیں۔ جس طرح حنا پتھر پر پس کر رنگ لاتی ہے اور سونا کٹھالی میں پگھل کر ہی زرِ خالص بنتا ہے اس طرح فطرتِ انسانی بھی خطرات ہی سے روشن و توانا ہوتی ہے۔

پاتے نہیں راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور!

اہلِ بینش کو ہے طوفانِ حوادث مکتب
لطمۂ موج کم از سیلیٔ استاد نہیں!

ملاحظہ کیجئے! روح وقلب کو گرما دینے والے علامہ اقبال کے چند مزید اشعار:

جستجو را محکم از تدبیر کن   انفس و آفاق را تسخیر کن!

''اپنی جستجو کو تدبیر سے مضبوط وتوانا کر اور نہ صرف اپنے نفس کو بلکہ دنیا کو بھی مسخر کر۔''

از بلا ترسی؟ حدیث مصطفیٰ است   ''مرد را روزِ بلا روزِ صفا است''

''تو مصائب سے ڈرتا ہے؟ حدیثِ رسولؐ کہتی ہے کہ مرد کے لئے مصائب کا دن تزکیہ باطن کا دن ہے۔''

چہ خوش زد تُرک ملاّحے سرودے
رُخِ اُو احمرے، چشمش کبودے
بدریا گر گرہ افتد بہ کارم
بجز طوفاں نمی خواہم کشودے!

''ایک ترک ملاح نے کیا ہی خوشگوار نغمہ بپا کیا۔ اس کا رخسار سرخ تھا اور آنکھیں نیلی۔ اگر دریا میں میرے کام کے اندر کوئی گرہ پڑ جائے تو میں اسے طوفان کے علاوہ اور کسی شے سے نہ کھولوں گا۔''

گر بخود محکم شوی سیلِ بلا انگیز چیست
مثل گوہر در دِلِ دریا نشستن می تواں

''اگر تو خود مضبوط ہو جائے تو بلا خیز طوفان کی کیا حقیقت ہے۔ موتی کی طرح دریا کے دل میں بھی تو بیٹھا جا سکتا ہے''۔

ہم مسائل کی دلدل میں پھنستے چلے آ رہے ہیں۔ بظاہر اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔ اس کا حل فقط یہی ہے کہ ہم سچی توبہ کریں۔ ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی!'' کا نعرۂ مستانہ لگا کر علامہ اقبال کے فلسفہ خطر کی برہنہ تلوار سے ہر مایوسی، بددلی اور جمود کو توڑ کر رکھ دیں!

دِل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ!

☆ ☆ ☆